حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا خطبہ فتح مکہ اور مستنبط فقہی و بین الاقوامی احکام و مسائل کا حل

THE SERMON OF HAZRAT MUHAMMAD RASOOLULLAH KHATAM-UL-NABIEEN (SAW) ON THE CONQUEST OF MAKKAH AND THE INTERPRETATION OF JURISPRUDENCE AND INTERNATIONAL RULINGS AND SOLUTIONS TO PROBLEMS

Mamoona Kousar, Assistant Professor Islamic Studies
Govt. Associate College for Women, Renala Khurd, Okara, Pakistan
Dr. Abdul Ghaffar
HOD Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara, Pakistan

Abstract:

The importance of sermons in Sirat-ul-Nabi (peace be upon him) is very high. These sermons brought about a revolution in human history that was not possible before in human history. These khutbat are resolved by the Prophet on various occasions, such as the khutba on Mount Safa, the khutba at the place of the Quba, the khutbah at the time of entering Medina, the khutbah of the farewell Hajj, the battle of Badr, the khutbat in the field of Uhud and especially the conquest of Makkah. The sermon that is being discussed on the occasion has changed the direction of human history, which can play a significant role for inter-religious relations, relations, harmony, peace and order in the present era. Such as declaring amnesty on this occasion, declaring Abu Sufyan's house a place of peace, giving the keys of Baitullah, forgiving blood, etc. Nowadays there is a dire need to promote the teachings of these sermons.

Keywords: Hazrat Muhammad SAW; Conquest; Makkah; Jurisprudence; Solutions

8 ہجری میں جب خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے بغیر جنگ کے مکہ فتح کر لیا تو آپ ﷺ بیت اللہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر اپنے دشمنوں کے چہرے پر پھیلے اضطراب کو دیکھ رہے تھے۔اچانک آپ ﷺ کے لب مبارک جنبش میں آئے اور آپ ﷺ نے اپنے پاکیزہ لہجے میں بڑے وقار کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُسَدَّدٌ خَطَبَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ إِلَى هَاهُنَا حَفِظْتُهُ عَنْ مُسَدَّدٍ ثُمَّ اتَّفَقَا أَلَا إِنَّ كُلَّ مَأْثُرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُذْكَرُ وَتُدْعَى مِنْ دَمٍ أَوْ مَالٍ تَحْتَ قَدَمَيَّ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنْ الْإِبِلِ مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِ أَوْلَادِهَا وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَتَمُّ.

"اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ اکیلے کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے ہی تمام گروہوں کو شکست دی۔آگاہ رہو جاہلیت میں ذکر کیے جانے والے تمام مفاخر یا خون اور مال کے مطالبات میرے قدموں تلے روند دیئے گئے ہیں (ان کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ان کا کوئی مطالبہ ہو گا)، سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے اور بیت اللہ کی خدمت کے شرف کے (وہ باقی رہے گا) خبردار! قتل خطا جو عمد کے مشابہ ہو، جو کوڑے اور لاٹھی سے ہو۔اس کی دیت سو اونٹ ہے ان میں چالیس اونٹنیاں ایسی ہیں جن کے پیٹوں میں بچے ہوں۔"[1]

بعض روایات میں ہے کہ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاظُمَهَا بِآبَائِهَا فَالنَّاسُ رَجُلَانِ بَرٌّ تَقِيٌّ كَرِيمٌ عَلَى اللَّهِ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيِّنٌ عَلَى اللَّهِ وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ وَخَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مِنْ تُرَابٍ قَالَ اللَّهُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

جناب عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" اے لوگو! بے شک اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر و غرور کو دور کر دیا ہے۔لوگ دو طرح کے ہیں ایک نیکوکار، پرہیزگار اور اللہ کے ہاں معزز اور دوسرا گناہ گار، بدبخت اور اللہ کے ہاں بے قدر۔لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے۔ارشاد الہی ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور پوری طرح باخبر ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"پس میں تم سے یہ بات کہتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔"[2]

تحقیق کا بنیادی مسئلہ:

بین الاقوامی مسائل و تعلقات اور اقوام عالم میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے ان گوشوں کو نمایاں کیا جائے جن کی وجہ سے بین المالک تعلقات و روابط میں بہتری آ سکے۔ "Globalization" عالمگیریت کی وجہ سے آپ ﷺ کے یہ خطبات نمایاں اثرات مرتب کر سکتے ہیں اور انسانیت اور مختلف اقوام و ممالک میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

اہل مکہ نے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین پر لرزہ خیز مظالم ڈھائے تھے، دعوت توحید کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کیں تھیں، اب تاریخ کا ورق الٹ چکا تھا، کل کے مظلوم آج لشکر مجاہدین کی شکل میں اپنی فتح مند پیشانیوں کے ساتھ مستعد کھڑے تھے۔ یہ لشکر ظالموں کو نیست و نابود کرنے کی مکمل طاقت رکھتا تھا، اس کے باوجود نبی رحمت ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے خوف زدہ دشمنوں سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا:

"اے قریش کی جماعت! تمھارا کیا خیال ہے، میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟"

انھوں نے جواباً عرض کیا: " ہم آپ سے اچھے سلوک کی امید رکھتے ہیں۔ آپ بہت قابل قدر بھائی اور بہت قابل قدر بھائی کے صاحب زادے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "جاؤ تم سب آزاد ہو۔"[3]

اس عام معافی کے اعلان کا فائدہ یہ ہوا کہ لوگوں کی جانیں قتل یا قید ہونے سے محفوظ ہو گئیں۔ تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال مالکوں کے ہی پاس رہا اور ان پر خراج بھی عائد نہیں کیا گیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ الفَتْحِ، فَفَزِعَ قَوْمُهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُونَهُ، قَالَ عُرْوَةُ: فَلَمَّا كَلَّمَهُ أُسَامَةُ فِيهَا، تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ»، قَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمَّا كَانَ العَشِيُّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ خَطِيبًا، فَأَثْنَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ: أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الحَدَّ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ المَرْأَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا، فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذَلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ: «فَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذَلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کر لی اس کی برادری گھبرا کر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی تاکہ وہ سفارش کر سکیں (کہ اس عورت کا ہاتھ چوری کے جرم میں نہ کاٹا جائے)۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ جب اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کے متعلق بات کی تو آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: " تم مجھ سے اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟"

اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے لیے دعائے مغفرت کیجیے اس کے بعد جب پچھلا پہر ہوا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

"امابعد! تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ جب ان میں کوئی مال دار اور وڈیرہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس عورت نے اپنی توبہ کا بڑا لحاظ رکھا اور نکاح کر کے خانہ نشین ہو گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت رسول اللہ ﷺ سے عرض کر دیتی تھی۔[4]

مسند احمد میں سیدنا ابو شریح بن خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ: فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بنو بکر سے قتال کی اجازت دے دی یہاں تک کہ ہم نے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت مکہ میں تھے، پھر آپ ﷺ نے تلوار چلانے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ بنو خزاعہ کو حرم میں ہذیل کا ایک آدمی مل گیا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے کی غرض سے جا رہا تھا۔ اس آدمی نے دور جاہلیت میں بنو خزاعہ کو نقصان پہنچایا تھا۔ بنو خزاعہ کے لوگ اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ بنو خزاعہ نے اسے جلدی سے قتل کر دیا کہ مبادا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جائے اور آپ ﷺ اس کو قتل کرنے سے منع فرما دیں۔ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو جب اس معاملے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے شدید برہمی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ صحابہ نے آپ کو پہلے کبھی اس قدر ناراضی کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ خزاعہ کے لوگ سیدنا ابو بکرؓ اور عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے سفارش کرنے کی درخواست کی کیونکہ انہیں آپ ﷺ کے غصہ کی وجہ سے اپنے ہلاک ہونے کا خدشہ ہو گیا تھا۔ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نماز عصر کے بعد کھڑے ہوئے، اللہ عزوجل کی ثنا کی اور خطبہ ارشاد فرمایا:

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ يَوْمَ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنْ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغْ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ أَبُو عَبْد اللَّهِ الْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ

حضرت ابو شریح عدویؓ سے روایت ہے، انہوں نے عمرو بن سعید سے کہا جب وہ مکہ میں لشکر بھیج رہا تھا: اے امیر! اگر مجھے اجازت ہو تو میں تم سے ایک حدیث بیان کروں جو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے روز فرمائی تھی۔ میرے کانوں نے وہ سنا، میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور میری آنکھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا جب آپ گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام ٹھہرایا ہے، لوگوں نے اسے حرام قرار نہیں دیا۔ اللہ پر ایمان اور قیامت پر یقین رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس (مکے) میں خونریزی کرے اور اس کے کسی درخت ہی کو کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کے قتال و جنگ سے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کہہ دو: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی تمہیں اجازت نہیں دی۔ اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی میں اس کی اجازت تھی، پھر آج سے اس کی حرمت وہی ہو گئی ہے جیسے کل تھی۔ (آپ نے فرمایا:) جو شخص یہاں موجود ہے وہ غائب کو یہ خبر پہنچا دے۔" اے ابو شریح! میں یہ حدیث تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم مکہ کسی مجرم کو پناہ نہیں دیتا اور نہ کسی قاتل ہی کو جو کسی کا خون بہا کر بھاگ آئے اور نہ کسی فسادی کو جو فساد برپا کر کے بھاگ آئے۔ ابو عبداللہ (امام بخاریؒ) نے فرمایا: لفظ "خربہ" کے معنی ہیں: خرابی کرنے والا، یعنی مجرم۔[5]

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اسی دن مکہ کو حرام قرار دے دیا تھا جب اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے لے کر قیامت کے دن تک حرام ہی رہے گا۔ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس میں خون ریزی کرے اور اس کا کوئی درخت کاٹے۔ یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے بھی صرف اس تھوڑے سے وقت کے لیے حلال ہوا تھا جس کی وجہ یہاں کے رہنے والوں پر اللہ کا غضب تھا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ پھر اس کی حرمت لوٹ کر کل کی طرح ہو گئی ہے۔ خبردار! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ یہ بات ان تک پہنچا دیں جو غائب ہیں۔ جو تم سے یہ کہیں کہ اللہ کے رسول نے بھی تو مکہ میں قتال کیا ہے تو تم کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ کے لیے حلال کیا تھا تمہارے لیے نہیں کیا۔

اے خزاعہ کے لوگو! اب قتل سے اپنا ہاتھ اٹھا لو کہ بہت ہو چکا۔ اگر تم نے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے تو میں دیت دوں گا لیکن میرے اس جگہ کھڑے ہونے کے بعد جو قتل کیا جائے گا تو مقتول کے ورثاء کو دو میں سے کسی ایک بات کا اختیار ہو گا اگر وہ چاہیں تو قاتل سے قصاص لے لیں اگر چاہیں تو دیت لے لیں۔

اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ حد سے تجاوز کرنے والا وہ ہے جو حرم میں کسی کو قتل کرے یا قاتل کے سوا کسی دوسرے کو قتل کرے یا دور جاہلیت کی دشمنی کی وجہ سے کسی کو قتل کرے۔"

ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: فلاں میرا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسلام میں اس دعوی کا کوئی اعتبار نہیں۔ جاہلیت کا معاملہ ختم ہو چکا۔ بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کی: "اثلب سے کیا مراد ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "پتھر" پھر آپ ﷺ نے دیت کی تفصیل بیان کی کہ انگلیوں میں دس دس اونٹ ہیں اور سر کے زخم میں پانچ پانچ اونٹ ہیں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں۔ کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں نکاح نہ کیا جائے۔ اسی طرح کسی عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر عطیہ دینا جائز نہیں۔"

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: "زمانہ جاہلیت میں جتنے بھی معاہدے ہوئے اسلام ان کی پختگی میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ لیکن اب اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا۔ تمام مسلمان کفار کے مقابلے میں ایک ہاتھ ہیں۔ ان کے خون آپس میں برابر ہیں۔ کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ کافر کی دیت مسلمان کی دیت کی نصف ہے۔ آگاہ رہو! اسلام نکاح شغار (وٹہ سٹہ) حرام ہے۔ نہ جنب ہے اور نہ جلب (جنب سے مراد ہے کہ زکوۃ وصول کرنے والے کی آمد کا سن کر مالک اپنے جانور پڑاؤ سے دور لے جائے اور پھر عامل انہیں ڈھونڈتا پھرے۔ جلب یہ ہے کہ عامل اپنا مرکز ایسی جگہ پر بنائے جہاں مالکوں کو اپنے جانور کھینچ کر لانے میں مشکل ہو۔) ان کے مالوں کی زکوۃ ان کے گھروں پر وصول کی جائے گی۔ مسلمانوں کے خلاف (کسی غیر مسلم کو) سب سے کم درجے کا مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔ مسلمانوں کو وہ مجاہد بھی غنیمت ادا کرے گا جو ان میں سب سے دور (اور دشمن سے قریب) ہے۔"[6]

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے درج بالا خطبات سے کئی ایک معاشرتی، معاشی اور فقہی احکام کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اپنے خطبہ میں خاتم النبیین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح مکہ کی حرمت کو بیان کیا ہے اس سے علماء اکرام نے یہ استنباط کیا ہے کہ مکہ اور اس سے متصل حرم میں قتال جائز نہیں کیونکہ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے اس سے صریح طور پر منع فرمایا ہے۔ لیکن اس ممانعت کی تطبیق اور اس کے اور ان نصوص کے درمیان کیسے موافقت پیدا کی جائے جن میں مشرکین اور باغیوں سے قتال کرنے اور قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ اہل علم یہاں کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں: جہاں تک مشرکین اور ملحدین کا تعلق ہے ان سے قتال کے سلسلے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات شرعاً ثابت ہے کہ جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسرے

مذہب کا ماننے والا ہو، اس کو مکہ میں رہائش کا موقعہ دینا جائز نہیں۔ اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے، بلکہ شافعی علماء اور بہت سے مجتہدین کی رائے ہے کہ ان کا مکہ میں داخلہ بھی جائز نہیں۔ ان کا استدلال اللہ سبحانہ وتعالی کے ارشاد مبارکہ سے ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡمُشۡرِكُونَ نَجَسٞ فَلَا يَقۡرَبُواْ ٱلۡمَسۡجِدَ ٱلۡحَرَامَ بَعۡدَ عَامِهِمۡ هَٰذَاۚ [7]

" مشرکین ناپاک ہیں، لہذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں۔"

چنانچہ جو لوگ مکہ میں ہیں ان کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کے وہاں پہنچنے اور اس میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان سے قتال کریں۔ اللہ تعالی نے اپنے حرم کی حفاظت کا اور کسی کافر یا مشرک کی گندگی سے اسے پاک رکھنے کا ذمہ لیا ہے یہ اس دین کے اعجاز کا ایک مظہر ہے اور اس سچے وعدہ سے نمایاں ہے جو اللہ کی کتاب میں مذکور ہے اور جس کی اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔

رہے باغی۔۔۔یعنی وہ لوگ جو صالح امام کے خلاف علم بغاوت بلند کریں تو جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر انہیں ان کی بغاوت اور سرکشی سے قتال کے علاوہ کسی دوسرے طریقے سے پھیرنا ممکن نہ ہو تو ان سے قتال کیا جائے گا۔ اس لیے کہ باغیوں سے قتال اللہ تعالی کے ان حقوق میں سے ہے جن کی پامالی جائز نہیں تو حرم میں اس حق کی حفاظت بدرجہ اولی کی جائے گی۔ امام نووی فرماتے ہیں:" جمہور کی یہ رائے بالکل درست ہے امام شافعی نے بھی کتاب اختلاف الحدیث میں اس کی صراحت کی ہے۔"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:" حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم میں قتال مطلق ممنوع ہے (یہاں تک کہ باغیوں سے بھی) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قتال جس کی حرمت ہے، اس سے مراد قتال کی وہ صورت ہے جس کے عمومی اثرات ہوں، مثلاً منجنیق وغیرہ سے قتال۔ اگر اس کے بغیر اصلاح حال ممکن ہو تو اس کے ذریعے قتال جائز نہیں۔ لیکن اگر کفار کسی دوسرے شہر میں قلعہ بند ہو گئے ہوں تو اس وقت ان سے ہر طریقے اور ہر شکل میں قتال جائز ہے۔" لیکن بعض فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ حرم میں باغیوں سے بھی قتال حرام ہے۔ اس کے بجائے انہیں ہر طرف سے گھیر اجائے گا اور ان کا عرصہ حیات تنگ کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ یا تو حرم سے نکلنے پر مجبور ہو جائیں یا دوبارہ اطاعت قبول کر لیں [8]

جہاں تک حدود قائم کرنے کا معاملہ ہے تو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک اس کے جواز کا ہے۔ ان کی دلیل امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث میں عمرو بن سعیدؓ کا یہ قول ہے:"ان الحرم لا يعيذ غاصباً ولا فارًا بدم ولا فارًا بخربة"۔" حرم کسی نافرمان، کسی قاتل اور کسی غاصب کو پناہ نہیں دے سکتا۔"[9]

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اور یہی امام احمد کا بھی قول ہے کہ ایسا شخص جب تک حرم میں ہے وہ امان میں رہے گا لیکن اسے تنگ کیا جائے گا اور وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جیسے ہی وہ وہاں سے نکلے، اسے پکڑ کر حد جاری کر دی جائے گی۔ ان کی دلیل خطبہ فتح مکہ کا عمومی مفہوم ہے۔

علامہ زرکشی نے لکھا ہے:" حرم کی خصوصیت یہ ہے کہ کفار یا باغی اگر مکہ کے علاوہ کسی اور شہر میں قلعہ بند ہو جائیں تو ان کے خلاف جس طریقے پر اور جس شکل میں بھی مصلحت کا تقاضا ہو، عمومی جنگ برپا کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر وہ حرم مکی میں قلعہ بند ہو جائیں تو اس پر ان سے جنگ جائز نہیں۔"[10]

اگر کوئی حد حرم سے باہر جرم کر کے حرم میں آئے تو حرم میں اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی، البتہ اگر حرم میں جرم کیا ہو تو حرم میں حد نافذ کی جائے گی۔ یہ امام احمد کا موقف ہے اور اور یہی ابن عباس سے منقول ہے، لہذا یہی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔[11]

شکار کی حرمت:

جانور کو حرم سے بھگانا جائز نہیں تو اسے جان سے مارنا بدرجہ اولی ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص شکار کو پکڑ لے تو اسے چھوڑ دینا لازم ہے۔ اگر وہ اس کے قبضے میں تلف ہو جائے تو محرم شخص کی طرح وہ ضامن ہو گا۔ اس حکم سے رسول اللہ ﷺ نے پانچ قسم کے حیوانات کو مستثنیٰ کیا ہے اور انہیں" فواسق" کہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"عن عائشة رضي الله عنها، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال:" خمس فواسق يقتلن في الحرم الفارة، والعقرب، والحديا، والغراب، والكلب العقور ۔ "[12]

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور موذی ہیں، انہیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹ لینے والا کتا۔"

علماء نے ان پر دوسرے موذی جانوروں کو بھی قیاس کیا ہے، مثلاً سانپ اور خون خوار درندے وغیرہ۔

اذخر کے سوا دیگر نباتات کو کاٹنے کی حرمت:

اس سے مراد ان نباتات کو کاٹنے کی حرمت ہے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالی نے اگایا ہو، انہیں انسانوں نے نہ لگایا ہو اور وہ ہری بھری اور تروتازہ ہوں۔ چنانچہ ان پودوں اور درختوں کا کاٹنا حرام نہیں جنہیں انسانوں نے لگایا ہو۔ اسی طرح اس میں چوپایوں کو ذبح کرنا، گھاس چرانا اور سوکھے درختوں اور پودوں کو کاٹنا حرام نہیں ہے۔ علامہ زرکشی نے امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ سے روایت کیا ہے کہ حرم میں چوپایوں کو چرانا ممنوع ہے۔[13]

حالت احرام میں داخل ہونے کا وجوب:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

جو شخص مکہ یا حدود حرم میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جنھیں بار بار داخل ہونا پڑتا ہے، مثلاً: تاجر، لکڑہارے اور وہ لوگ جو اپنے پیشے کی وجہ سے حرم میں مسلسل آمد روفت پر مجبور ہوں، تو اس پر لازم ہے کہ حج یا عمرے کا احرام باندھے بغیر داخل نہ ہوں۔

علماء کا اختلاف ہے کہ یہ حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے یا استحباب پر۔ ائمہ ثلاثہ (ابو حنیفہ، مالک، احمدؒ) کا مشہور مسلک یہ ہے، اور یہی احناف کا فتویٰ ہے اور سیدنا ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ یہ حکم بطور وجوب ہے جب کہ شوافع کا مسلک ہے کہ یہ بطور استحباب ہے۔

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو حالت احرام میں نہیں تھے۔ امام مسلم اور اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ:

" أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ - وَقَالَ قُتَيْبَةُ: دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ - وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

" رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور آپ ﷺ احرام میں نہیں تھے۔"[14]

جو لوگ کہتے ہیں کہ احرام مستحب ہے انہوں نے درج بالا حدیث سے استدلال کیا ہے اور جن حضرات نے وجوب کو صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کو کفار کی جانب سے حملہ کا اندیشہ تھا، اس لیے آپ ﷺ پورے طور پر تیار تھے کہ اگر وہ لوگ جنگ کریں گے تو آپ ﷺ بھی ان کا جواب دیں گے۔ اور یہ وہ حالت ہے، جو وجوب احرام کے عمومی حالات سے مستثنیٰ ہے۔[15]

راجح یہی ہے کہ جو حج وعمرہ کے لیے آئے، اس پر احرام ہے۔ حدیث میں بھی مواقیت کے تذکرے میں یہی بیان ہوا ہے: "جو حج اور عمرہ کا ارادہ کرے۔"[16]

اسلامی معاشرے کو ہر طرح کے جرائم سے پاک کرنے اور لوگوں کی جان، مال اور عزت کے تحفظ کے لیے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں حدود اللہ کے نفاذ کو یقینی بنانے کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قصاص، حد زنا اور حد سرقہ کے احکامات کی اس طرح تعلیم فرمائی کہ عصر حاضر میں امن وامان کے قیام اور اصلاح معاشرہ کے لیے ان سے مکمل راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

انسانی جان پر جنایت:

کسی انسان پر اس انداز کی ظلم وزیادتی کی جائے کہ اس کے جسم سے جان نکل جائے یا بعض اعضاء تلف ہو جائیں یا جسم پر زخم لگ جائے " جنایت" کہلاتا ہے۔ خطبہ فتح مکہ میں خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے انسانی جان پر ایسے ظلم کو حرام قرار دیا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمًا۔[17]

"اور جو عمداً کسی مومن کو قتل کر دیتا ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا ہے اور اس پر لعنت کی ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

خاتم النبیین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"اول ما يقضى بين الناس بالدماء"

" قیامت کے دن سب سے پہلے خونوں کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔"[18]

نفس پر جنایت کی اقسام:

نفس پر جنایت کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

۱۔ قتل عمد: یعنی جنایت کرنے والا جان بوجھ کر کسی کو لوہے کی چیز یا لاٹھی یا پتھر مارے یا اوپر سے پھینک دے یا پانی میں ڈبو دے یا آگ میں جلا دے یا گلا گھونٹ دے یا زہر آور چیز کھلا دے اور وہ اسی وجہ سے مر جائے۔ یا اعضاء تلف کر دے یا بدن کے کسی حصہ پر زخم لگا دے۔ اس "ارادی جنایت" کا حکم یہ ہے کہ اس میں قصاص لازم ہے ہاں اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو دیت ہو گی ورنہ قصاص ہی ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ[19]

" اور ہم نے تورات میں ان کے لیے لکھ دیا تھا بے شک جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، اور ناک کے بدلے ناک، اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا قصاص ہے پھر جو شخص اسے معاف کر دے تو اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔"

اور خاتم النبیین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُفْدَى وَإِمَّا أَنْ يُقِيدَ

" جس کا قتل ہو جائے وہ دو میں سے ایک بات چن لے، چاہے تو اس کی دیت ادا کی جائے یا قصاص لے۔"[20]

۲۔ قتل شبہ عمد: جس میں جنایت کرنے والے نے صرف سزا کا ارادہ کیا تھا، قتل یا زخم کا نہیں۔ مثلاً کسی کو لاٹھی سے معمولی ضرب لگاتا ہے جس سے عادتاً انسان قتل نہیں ہوتا یا تھپڑ مارتا ہے یا دھمکی دیتا ہے اور وہ مر جاتا ہے۔ اس قسم کی جنایت میں قصوروار کے عاقلہ (افراد قبیلہ) پر دیت ہے اور جنایت کرنے والے پر کفارہ ہے۔

۳۔ قتل خطا: ایک مسلمان جائز اور مباح کام کر رہا ہے، مثلاً تیر اندازی یا شکار وغیرہ مگر اس سے غلطی سے کوئی انسان قتل ہوئے جائے یا زخمی ہو جائے۔ اس قسم کی کوتاہی کی سزا دوسری قسم میں مذکور سزا کی طرح ہی ہے البتہ اس میں دیت ہلکی ہے اور اور کوتاہی کرنے والا عند اللہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس شبہ عمد میں دیت مغلظہ ہے اور وہ گناہ گار بھی ہے۔

دیت کا حکم:

مستحق خون کو جو مال جنایت کے عوض دیا جاتا ہے وہ دیت ہے، دیت شریعت اسلامیہ میں ثابت ہے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُواْۚ [21]

" (مقتول کے وارثاء) کو دیت دی جائے، الا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔"

دیت کس پر واجب ہوتی ہے:

جس نے کسی کو خود یا کسی طرح عمداً قتل کیا ہو تو اس قاتل کے اپنے مال سے دیت عائد ہوتی ہے، اور اگر قتل " شبہ عمد" یا قتل خطا" ہے تو دیت عاقلہ [22] پر ہے

دیت کس پر ساقط ہے:

والد اپنی اولاد کو تادیب کے لیے مارتا ہے اور وہ قتل ہو جائے یا حاکم وقت تعزیر و تادیب کے طور پر سزا دیتا ہے اور وہ مر جائے، اسی طرح استاد اپنے شاگرد کو تادیبی سزا دیتا ہے اور وہ مر جائے تو ان صورتوں میں دیت نہیں ہے تو قصاص تو بالاولی نہیں ہے بشرطیکہ تادیب کے لیے معروف حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔

دیات کا تعین:

دیت نفس:

۱۔ اگر مرنے والا آزاد اور مسلمان تھا تو اس کی دیت ایک سو اونٹ یا ایک ہزار مثقال [23] سونا یا بارہ ہزار درہم چاندی یا دو سو گائے یا دو ہزار بھیڑ بکریاں ہیں۔ اگر قتل " شبہ عمد" ہے تو دیت مغلظہ ہو گی یعنی سو اونٹوں میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی اور اگر "قتل خطا" ہے تو دیت مخفف ہو گی، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! بے شک شبہ عمد کا مقتول جو چابک، لاٹھی یا پتھر سے قتل ہوا ہو، اس کی دیت مغلظہ ہے، یعنی ایک سو اونٹ، ان میں چالیس، پانچ سال سے نو سال تک کی حاملہ اونٹنیاں ہوں گی۔" [24]

اگر "قتل عمد" ہے اور مقتول کے ورثاء دیت پر راضی ہو گئے ہیں تو وہ دیت سے زیادہ کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں، اس لیے کہ وہ قصاص کا حق رکھتے تھے اب وہ قصاص سے کم تر کوئی بھی مطالبہ کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں، چاہے وہ دیت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ دلیل کے اس تعین کی دلیل حدیث جابر رضی اللہ تعالی عنہ ہے فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے اونٹ والوں پر ایک سو اونٹ اور گائے والے پر دو سو گائے اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں مقرر کیں تھیں۔" [25]

ابن عباس فرماتے ہیں:

ان رجلا من بني عدي قتل، فجعل النبي صلى الله عليه وسلم ديته اثني عشر الفا

" بنو عدی کا ایک آدمی قتل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم مقرر کی۔" [26]

اسی طرح عمرو بن حزم کی دستاویز میں، جسے ساری امت نے قبول کیا ہے، یہ الفاظ ہیں:

قَالَ: الْحَارِثُ بْنُ مِسْكِينٍ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ، عَنْ ابْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: الْكِتَابُ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فِي الْعُقُولِ: «إِنَّ فِي النَّفْسِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِيَ جَدْعًا مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ النَّفْسِ، وَفِي الْجَائِفَةِ مِثْلُهَا، وَفِي الْيَدِ خَمْسُونَ، وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُونَ وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُونَ، وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِمَّا هُنَالِكَ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْس

"حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ وہ تحریر جو رسول اللہ ﷺ نے دیت کے مسائل کے بارے میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر دی تھی۔ (یوں ہے کہ) جان (ختم کر دینے کی صورت) میں سو سے کاٹ دی جائے، بھی سو اونٹ دیت ہے۔ اور دماغ تک پہنچ جانے والے زخم میں کل دیت کا ایک تہائی ہے۔ اور پیٹ کے اندر پہنچ جانے والے زخم میں بھی تہائی دیت ہی ہے۔ ایک ہاتھ میں پچاس اونٹ دیت ہے۔ اور ایک آنکھ میں بھی پچاس اونٹ ہیں اور ایک پاؤں میں بھی پچاس اونٹ ہیں۔ اور (ہاتھ پاؤں کی) ہر انگلی میں دس اونٹ دیت ہے۔ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور ہڈی کو ننگا کر دینے والے زخم میں بھی پانچ اونٹ دیت ہے۔" [27]

ان پانچ مقررہ دیات میں سے جو بھی قاتل ادا کرے گا، مقتول کے ولی کو اس کا قبول کرنا لازم ہو گا۔

۲-مسلمان آزاد عورت کی دیت مسلمان مرد کی دیت سے نصف ہے۔موطا امام مالک میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہی:

" یہ بات معروف رہی ہے کہ عورت کی دیت تہائی تک مرد کے برابر ہے اور اس سے زائد میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہو جاتی ہے۔"[28]

۳-ذمی یہودی یا نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے اور ان کی عورتوں کی دیت ان کی اپنی دیت سے بقدر نصف ہے اس لیے کے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہے۔"[29]

۴-غلام کی دیت اس کی قیمت خواہ جتنی بھی ہو کیونکہ اگر وہ مقتول ہو تو اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔

۵-عورت کے پیٹ میں جنین چاہے لڑکا ہو یا لڑکی اس کی دیت غلام یا لونڈی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک فیصلہ میں فرمایا تھا:" جنین میں ایک غلام یا لونڈی ہے۔"[30] یہ اس صورت میں ہے کہ بچہ پیٹ میں ہی مر جائے لیکن اگر زندہ پیدا ہو گیا اور پھر مر گیا تو اس میں قصاص ہے یا پوری دیت۔

حد زنا:

شرم وحیا اور عفت وپاکیزگی ایک مسلمان کی بنیادی شناخت اور اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے اسلام نے جو نظام زندگی تشکیل دیا ہے اس میں شرم وحیا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔اسلامی تہذیب و ثقافت اور مسلم معاشرہ برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم رکھتا ہے۔دنیا میں اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب بے حیائی اور بے راہ روی کی روک تھام کرنے والا نہیں ہے۔

"کفر و شرک" اور" قتل نفس" کے بعد زنا کبیرہ گناہ ہے اور علی الاطلاق بہت بڑی بے حیائی ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالی نے حرام قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا [31]

" اور زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔"

زانی کے لیے حد مقرر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا:

ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجْلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِاْئَةَ جَلْدَةٍۖ [32]

" زانی مرد ہو یا عورت اس کو سو درے مارو۔"

اور اگر شادی شدہ عورت یا مرد زنا کریں تو انہیں سنگسار کیا جائے، یہ حکم اس آیت مبارکہ میں ہے جس کی تلاوت منسوخ ہے لیکن حکم باقی ہے:

" شادی شدہ مرد یا عورت زنا کریں تو انہیں لازمی رجم کر دو اللہ کی طرف سے یہ عبرت ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"[33]

خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ماعز رضی اللہ تعالی عنہ کو رجم کرنے کا حکم دیا اور اسی طرح یہودی عورت اور مرد کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا۔[34]

اسلامی معاشرہ کی پاکیزگی، عام مسلمانوں کی عزتوں کی حفاظت اور شرف نسب کو اختلاط کی غلاظت سے بچانے کے لیے حد زنا کا نفاذ از حد ضروری ہے۔عہد رسالت مآب ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی حد زنا کو قائم کیا گیا اور بعد میں تمام امت کے فقہاء وعلماء بھی اسی کے قائل رہے اور آج تک قائل ہیں صرف خوارج نے اس سزا کا انکار کیا ہے اور اب فراہی فرقے اور ان کی ذیلی شاخوں (اصلاحی وغامدی) نے اس سزا کا انکار کیا ہے۔

زانی پر حد قائم کرنے کی شرائط:

۱-زانی مسلمان اور عاقل وبالغ ہو اس نے یہ جرم اپنے اختیار سے کیا ہو اور جبر واکراہ کے نتیجے میں نہ ہو، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبَرَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ، أَوْ يُفِيقَ [35]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" تین اشخاص مرفوع القلم ہیں: سویا ہوا جاگنے تک، نابالغ بالغ ہونے تک اور مجنون افاقہ ہونے تک۔"

عورتوں یا بچیوں کے ریپ کی صورت میں زنا کی سزا صرف مرد کو ملے گی اور اس سزا کے ساتھ حاکم وقت کی طرف سے تعزیر کے طور پر کوئی بھی سخت سے سخت سزا دی جا سکتی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِي ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ يُصَلَّبُوٓاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ ٱلْأَرْضِۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي ٱلدُّنْيَاۖ وَلَهُمْ فِي ٱلْأٓخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ [36]

"اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں ان کی سزا تو صرف یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے یہ دنیا میں ان کے لیے ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔"

۲-جرم زنا قطعی طور پر ثابت ہو یا مجرم خود اقرار کرے جبکہ وہ طبعی طور پر درست حالت میں ہو یا چار عادل گواہ شہادت دیں کہ انہوں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے۔

۳-حمل نمایاں ہو جائے اور پوچھنے پر عورت کوئی ایسی واضح بات نہ کہہ سکے جس سے حد ساقط ہو سکے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حد سرقہ کا بیان:

کسی کا محفوظ مال مخفی طریقے سے ہتھیا لینا، مثلاً دوکان یا مکان میں داخل ہو کر کپڑے یا اجناس یا سونا اور چاندی یا نقدی یا کوئی قابل استعمال چیز وغیرہ لے جانا سرقہ کہلاتا ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور معاشرتی بگاڑ اور نقص امن کا باعث ہے۔ خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کے لیے ایسے اصول وضوابط اور قوانین عطا کیے ہیں جو آفاقی اور ابدی ہیں اور ان قوانین کا نفاذ ہی مسلمانوں کی کامیابی اور فلاح کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقۡطَعُوٓاْ أَيۡدِيَهُمَا جَزَآءَۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلٗا مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٞ [37]

" چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے ان کے کام (چوری) کی سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے چور کے ایمان کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن

"چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا۔" [38]

چوری کیسے ثابت ہوگی:

ملزم خود اعتراف کرلے کہ اس نے چوری کی ہے مگر اس اعتراف کی بنیاد مار کٹائی یا زجر و توبیخ پر نہ ہو بلکہ وہ اپنی مرضی اور اختیار سے اعتراف کرے یا دو عادل گواہ موجود ہوں جو گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے۔

اگر حد کی اقامت سے پہلے وہ اپنے اعتراف سے منحرف ہو جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ چوری شدہ مال کی ضمانت اس پر ہوگی، نیز ایسی صورت میں مستحب یہی ہے کہ اسے انحراف کی تلقین کی جائے تاکہ اس کا ہاتھ بچ سکے اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ادرءوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم , فإن كان له مخرج فخلوا سبيله , فإن الإمام ان يخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر مجرم کے بچ نکلنے کی کوئی صورت ہو تو اسے چھوڑ دو، کیونکہ مجرم کو معاف کر دینے میں امام کا غلطی کرنا اسے سزا دینے میں غلطی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔" [39]

قطع ید کی شرائط:

۱۔ چور مکلف اور عاقل و بالغ ہو۔

۲۔ چوری کرنے والا" مسروقہ مال" کے مالک کا والد، بیٹا، خاوند اور بیوی نہ ہو، اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے کے مال میں حقوق ہوتے ہیں۔

۳۔ مسروقہ مال میں چور کی ملکیت کا شبہ نہ ہو، مثلاً ملزم مقروض تھا اور اس نے مرتہن (جس کے پاس مقروض، قرض کے عوض کوئی چیز گروی رکھے) کے پاس اپنی گروی رکھی ہوئی چیز چوری کر لی یا ملزم مزدور تھا اور اس نے ٹھیکدار کے پاس سے اپنی اجرت اٹھالی ہو۔

۴۔ مسروقہ مال حرام نہ ہو، مثلاً شراب یا آلات موسیقی وغیرہ بلکہ اس مباح مال کی چوری میں ہاتھ کاٹنا ہے جو قیمت میں چوتھائی دینار (سونا) کے برابر ہو، اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تُقْطَعُ يَدُ سَارِقٍ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا

" چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں۔" [40]

۵۔ مال مسروق محفوظ جگہ سے اٹھایا گیا ہو، مثلاً: مکان، دکان، باڑہ اور صندوق وغیرہ سے جس میں مال کو محفوظ سمجھا جاتا ہے۔

۶۔ جھپٹی مار کر مال نہ چھینا گیا ہو، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے مال چھین کر بھاگ جائے تو اس میں قطع نہیں، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لَّيسَ عَلَى خَائِنٍ وَّلَا مُنْتَهِبٍ وَّلَا مُخْتَلِسٍ قَطْع

"خیانت کرنے والے، لوٹ اور جھپٹ کر مال لینے والے پر قطع نہیں ہے۔ (ان کی سزا اور ہے)" [41]

ہاتھ کاٹنے کا طریقہ:

چور کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹ دی جائے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی قراءت میں ہے:

فَاقْطَعُوا أَيْمَانَهما

"ان کے دائیں ہاتھ کاٹ دو" [42]

پھر کھولتے گرم پانی میں اسے داغ لگا دیا جائے تاکہ خون بند ہو جائے۔

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

خلاصہ بحث ونتائج:

سیرت النبی ﷺ میں خطبات کی اہمیت بہت زیادہ ہے، ان خطبات نے انسانی تاریخ میں ایسا انقلاب برپا کیا جو اس سے پہلے انسانی تاریخ میں ممکن نہ ہو سکا ان ہی خطبات سے بہت سے مسائل خصوصاً فقہی، عبادات، معاملات بین الاقوامی تعلقات، حدود وغیرہ حل ہوتے ہیں یہ خطبات آپ ﷺ نے مختلف مواقعوں پر ارشاد فرمائے جیسے خطبہ کوہ صفا، قبا کے مقام پر خطبہ، مدینہ منورہ داخلہ کے وقت خطبہ، خطبہ حجۃ الوداع، جنگ بدر، احد کے میدان میں خطبات اور خاص طور پر فتح مکہ کے موقع پر خطبہ جو زیر بحث ہے اس نے تو انسانی تاریخ کا رخ موڑ کر رکھ دیا ہے۔ جو عصر حاضر میں بین المذاہب، تعلقات، ہم آہنگی، امن وامان کے لیے نمایاں کردار ادا کر سکتا ہے۔ جس طرح اس موقع پر عام معافی کا اعلان کرنا، ابو سفیان کے گھر کو امن کی جگہ قرار دینا، بیت اللہ کی چابیوں کا عطا کرنا، خون معاف کرنا وغیرہ۔ دور حاضر میں ان خطبات کی تعلیمات کی فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

حوالہ جات

---

1 ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن، کتاب الدیات، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث ۴۵۴۷

2 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب ومن سورۃ الحجرات، مصر، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی 1395ھ، حدیث: ۳۲۷۰

3 ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ، مصطفی البابی، الحلبی، واولادہ، بمصر، 1375ھ، ۵۵/۴

4 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب الغزوات، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث: ۴۳۰۴

5 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی ﷺ یوم الفتح، حدیث: ۴۲۹۵

6 احمد بن حنبل، مسند، دار الفکر، بیروت، 1436ھ، ۲/۳۱/۴، ۲/۳۲، ۲۱۵/۱۷۹

7 سورۃ توبہ: ۲۸/۹

8 ابو زکریا یحییٰ بن شرف النوی، شرح النوی، علی صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۹۲ء

9 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی ﷺ یوم الفتح، حدیث: ۴۲۹۵

10 الزرکشی، محمد بن بہادر، اعلام الساجد فی احکام المساجد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء، ص: ۶۲

11 ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ناشر: دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ

12 صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم، حدیث: ۳۳۱۴

13 زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین، اعلام الساجد باحکام المساجد، الناشر: المجلس الاعلی المشؤون الاسلامیہ، ۱۴۱۶-۱۹۹۶، ص: ۱۵۷،

14 صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: جواز دخول مکہ بغیر احرام، دار السلام للطبع والنشر، الریاض، 1999ء، حدیث: ۱۳۵۸

15 البوطی، امام، فقہ السیرہ، کتاب المعرفہ، بیروت، 1487ھ، ص: ۲۷۶-۲۷۸

16 صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الحج، حدیث: ۱۵۲۴

17 سورۃ النساء ۹۳/۴

18 صحیح بخاری، الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ، حدیث: ۶۵۳۳

19 سورۃ المائدہ: ۴۵/۵

20 صحیح بخاری، کتاب فی اللقطہ، باب: کیف تعرف لقطہ اھل مکہ، حدیث: ۲۴۳۴

21 سورۃ النساء: ۹۲/۴

22 ”عاقلہ“ سے مراد وہ جماعت ہے جو اس کی طرف سے دیت ادا کرے گی اور اس میں اس کے آباء واجداد، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، چچا اور چچوں کے بیٹے شامل ہیں۔ ہر ایک اپنی حالت کے مطابق ادائگی کرے گا اور تین سال کی قسطیں ان پر لاگو ہوں گی وہ ہر سال دیت کا ایک تہائی ادا کریں گے اور اگر ایک بار ہی ادا کر دیں تو بھی کوئی مانع نہیں۔

عرف میں مثقال ڈیڑھ درہم کے وزن کا ہوتا ہے اور کبھی اس سے کم یا زیادہ بھی ہوتا ہے، گو اونٹوں کی قیمت میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے لیکن پھر بھی دیت کا اصل معیار اونٹ ہی ہیں باقی چیزیں اس کی عدم موجودگی میں ان کے بدل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

24 سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب: الدیہ کم ھی، حدیث : ۴۵۴۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

25 ایضا،حدیث:۴۵۴۳

26 ایضاً۔۔۔۔۴۵۴۶

27 النسائی،احمد بن شعیب،السنن، کتاب القسامہ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ،1406ھ، حدیث:۴۸۵۷۔

28 سنن أبي داود، کتاب الدیات، باب الدیۃ کم ھی، حدیث:۴۵۴۶

29 جامع الترمذي،الدیات، باب ماجاء في دیۃ الکفار، حدیث:۱۴۱۳، وسنن النسائي، باب کم دیۃ الکافر، حدیث:۴۸۱۱۔

30 صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب جنین المرأۃ، حدیث:۶۹۰۵۔

31 سورۃ بنی اسرائیل:۳۲/۱۷

32 سورۃالنور:۲/۲۴

33 ابن ماجہ، محمد بن یزید القزویني، سنن، کتاب الاحکام، باب الرجم، دار السلام للطبع والنشر، الریاض،1999ء، حدیث:۴۴۲۸

34 ایضاً

35 سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب: طلاق المعتوہ والصغیر والنائم، حدیث:۲۰۴۱

36 سورۃ مائدہ:۳۳/۵

37 سورۃالمائدہ:۳۸/۵

38 صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی...الخ، الحدیث:۲۰۲، ص۶۹۰۔

39 سنن ترمذی، کتاب الحدود عن رسول اللہ ﷺ، باب: ماجاء فی درء الحدود، حدیث:۱۴۲۴

40 صحیح مسلم،الحدود، باب حد السرقۃ ونصابھا، حدیث:۱۶۸۴

41 جامع الترمذي،الحدود، باب ماجاء في الخائن، حدیث:۱۴۴۸؛ سنن أبي داود،الحدود، باب القطع في الخلسۃ:، حدیث:۴۳۹۱-۴۳۹۳

42 محمد بن جریر، تفسیر الطبري، دار المعرفہ بیروت، س ن، ص275/6(المائدۃ5: 38) کے بارے میں یہ تشریحی جملہ ہے۔